

روایات مسند احمد کی روشنی میں تاریخ قرآن کا تحقیقی جائزہ

سعدیہ تحسین *

ڈاکٹر محمد فاروق حیدر **

Uloom al-Quran is a comprehensive term which covers all important topics relating to the History of the Quran like, The Revelation of the Quran in various phases, The ways it was revealed, Seven Readings, Abrogation, collection, Preservations, and Arrangements of Suras and its Verses etc. Classical and modern Muslim Scholars have not only discussed all these topics cited above in their books on Uloom al-Quran but also have written separate books on each topic. Since Orientalists realized the supreme importance of the Quran in the sight of Muslims they began to raise questions with regard to its history. In response to it Muslim Scholars wrote voluminous literature on the History of The Quran in which the authenticity and veracity of the Quran in the light of the Traditions of the Holy Prophet (SAW) and The Athars of the Companions of The Prophet (SAW) has been discussed. In this research paper three important topics about History of The Quran like, Revelation of The Quran, collection and Arrangements of its Suras and its Verses, and Seven Readings have been under taken in the light of Narratives of Musnad Ahmad.

قرآن مجید کے الفاظ و معانی کی حفاظت کے لئے علمائے متقدمین و متاخرین نے اپنی زندگیاں وقف کیں اور جو علوم و فنون وضع کئے ان میں سے ایک فن علوم القرآن ہے۔ علوم القرآن ایک جامع اصطلاح ہے۔ اس فن میں شامل نہایت اہم مباحث وہ ہیں جن کا تعلق قرآن مجید کی تاریخ سے ہے۔ جیسے نزول قرآن کے مختلف مراحل، سبعہ احرف، رسم مصحف، نسخ و منسوخ اور جمع و تدوین قرآن وغیرہ۔ متاخرین علماء نے ان مباحث کو تاریخ قرآن کے عنوان کے تحت بھی بیان کیا ہے۔ خاص طور پر جب مستشرقین کی طرف سے قرآن مجید پر اعتراضات کا سلسلہ شروع ہوا تو جواباً اس عنوان سے کئی کتب منظر عام پر آئیں۔ مذکورہ بالا تمام مباحث کی بنیاد وہ روایات و آثار ہیں جو کتب احادیث میں منقول ہیں۔ یہاں مسند احمد کی روایات کو بنیاد بناتے ہوئے تاریخ قرآن کے ضمن میں صرف نزول قرآن، جمع و ترتیب قرآن اور سبعہ احرف کو زیر بحث لایا جائے گا۔

* لیکچرار، گیریشن یونیورسٹی، لاہور۔

** اسٹنٹ پروفیسر، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

نزول قرآن:

حدثنا ابو سعيد مولى بنى هاشم حدثنا عمران ابو العوام عن قتادة عن ابى المليح عن واثلة بن الاسقع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انزلت صحف ابراهيم عليه السلام فى اول ليلة من رمضان وانزلت التوراة لست مضين من رمضان الانجيل ثلاث عشرة ضلت من رمضان و انزل الفرقان لاربع وعشرين خلت من رمضان. ۳
واثله بن اسقع سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان کی پہلی رات میں نازل ہوئے تھے، تو رات رمضان کی چھ راتیں گزرنے کے بعد نازل ہوئی تھی، انجیل رمضان کی تیرہ راتیں گزرنے کے بعد نازل ہوئی تھی، اور فرقان رمضان کی چوبیس راتیں گزرنے کے بعد نازل ہوا تھا۔

حدیث مذکور کی حقیقت اور اس بارے میں ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کے حل کے لیے ضروری ہے کہ نزول قرآن کے مختلف مراحل سے متعلقہ درج ذیل آیات کا فہم حاصل کیا جائے۔

۱۔ بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ ۴

۲۔ شهر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ۵

۳۔ وقرآنا فرقناہ لتقرءہ علی الناس علی ملک و نزلناہ تنزیلا ۶

یہ آیات ثلاثہ نزول قرآن کے تین مراحل کی نشاندہی کرتی ہیں۔ پہلا مرحلہ قرآن مجید کا لوح محفوظ میں ہونا دوسرا مرحلہ لوح محفوظ سے بیت العزہ میں یکبارگی نزول اور تیسرا بیت العزہ سے نبی کریم کے قلب مبارک میں تدربگی نزول ہے۔ قرآن مجید کا پہلا نزول لوح محفوظ میں ہے۔ لوح محفوظ کے بارے میں مفسرین نے کئی اقوال نقل کئے ہیں۔ امام نسفی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

((قرآن مجید)) شریف، عالی الطبقة فی الكتب، و فی نظمہ، و اعجازہ، لیس کما یزعمون أنه مفتري، وانه أساطیر الاولین. ((فی لوح محفوظ)) من وصول الشیاطین ((محفوظ)) نافع صفة للقرآن. أی: من التغبیر و التبديل. واللوح عند الحسن: شئ یلوح للملائكة فیقرؤونه. وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما هو من درة بیضاء، طوله ما بین السماء و الارض، و عرضہ ما بین المشرق و المغرب، قلمہ نور، و کل شئ فیہ مسطور. مقاتل: هو علی یمین العرش. وقیل: اعلاه معقود بالعرش، و اسفله فی حجر ملک کریم. یعنی لوح محفوظ کوئی ایسا مقام ہے جو شیاطین کی پہنچ سے محفوظ ہے۔ لوح کوئی ایسی چیز ہے جو فرشتوں کے سامنے چمکتی ہے اور وہ اس کو پڑھتے ہیں یا پھر بقول ابن عباس سفید موتی سے بنی ہے جو بہت لمبی چوڑی ہے اور

جس کا قلم نور ہے وغیرہ۔

ابن جوزی نے لوح محفوظ کے بارے لکھا ہے کہ یہی وہ لوح محفوظ ہے جس سے قرآن اور باقی ساری کتب نقل کی گئیں۔ یہ اللہ کے پاس محفوظ ہے۔ شیاطین کی پہنچ سے اور ہر قسم کی کمی زیادتی سے محفوظ ہے۔^۵ بیضاوی نے ((لوح محفوظ)) کے بارے لکھا ہے کہ ساتویں آسمان سے اوپر کا کوئی مقام ہے جس میں یہ لوح ہے۔

هو الهواء یعنی مافوق السماء السابعة الذی فیہ اللوح. ۹

مفسرین نے لوح محفوظ کے کئی مصداق بیان کئے ہیں لیکن انسانی ذہن کی اس کی اصل تک رسائی ممکن نہیں لہذا لوح محفوظ کی حقیقت و ماہیت کا حتمی علم صرف ذات الہی کو ہے۔

دوسرا مرحلہ لوح محفوظ سے قرآن مجید کا بیت العزۃ میں نزول ہے۔ دوسرے نزول کے لئے جن آیات سے استدلال کیا جاتا ہے ان میں انزال کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ امام راغب نے لفظ انزال اور تنزیل کے فرق کو واضح کیا ہے۔ قرآن مجید اور فرشتوں کے نازل ہونے سے متعلق انزال اور تنزیل دونوں لفظ استعمال ہوئے ہیں ان دونوں میں معنوی فرق یہ ہے کہ تنزیل کے معنی ایک چیز کے یکے بعد دیگرے اور متفرق طور پر نازل کرنے کے ہوتے ہیں اور انزال کا لفظ عام ہے جو ایک ہی دفعہ مکمل طور پر کسی چیز کو نازل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔^{۱۰} علماء نے سورۃ قدر کی آیت ((انا انزلناہ فی لیلة القدر)) سے استدلال کیا کہ قرآن مجید لیلة القدر میں آسمان دنیا پر اکٹھا نازل ہوا ہے۔

روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن مجید لیلة القدر میں ایک ہی مرتبہ آسمان دنیا پر نازل ہوا پھر اس کے بعد ۲۰ یا ۲۳ یا ۲۵ سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے آپ پر نازل ہوا^{۱۱} امام ابو عبید نے اس بارے روایت نقل کی ہے۔

حدثنا یزید عن داود بن ابی ہند عن عکرمۃ عن ابن عباس قال: انزل القرآن جملة واحدة الى السماء الدنيا فی لیلة القدر ثم نزل بعد ذلك فی عشرين سنة وقرء (وقرانا فرقناه لتقرأه علی الناس علی مکث و نزلناه تنزیلا) ۱۲

امام ابن حجر نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ آسمان دنیا میں بیت العزۃ وہ مقام ہے جہاں پہلی مرتبہ قرآن مجید کو آسمان دنیا پر نازل کرنے کے بعد رکھا گیا۔ پھر وہاں سے جبرائیل قرآن کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتے رہے۔^{۱۳} بیت العزۃ میں قرآن کیوں نازل کیا گیا ابو

شامہ المقدسی نے اس کی حکمت میں حکیم ترمذی کا قول نقل کیا ہے۔

پورے قرآن کو ایک ہی دفعہ آسمان دنیا پر نازل کر دینے کی وجہ یہ تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجنے کا تحفہ جو مسلمانوں کو عطا کیا گیا تھا۔ مسلمان اس تحفہ کو باسانی حاصل کر سکیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں قوم کو ملا تھا جو سب کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ جس وقت رحمت کا دروازہ اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق کے لیے کھولا تھا اس سے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مقدس کتاب قرآن کا نزول کیا تھا۔ لیکن قرآن آسمان دنیا کے بیت العزہ میں رکھ دیا گیا تاکہ وہ دنیا کی حد میں داخل ہو جائے اور نبوت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں جگہ دی گئی۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام پہلے رسالت اور پھر وحی لے کر آنے کا ذریعہ بنے۔ گویا پروردگار عالم کا یہ اندازہ تھا کہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت جو اللہ کی طرف سے امت کا حصہ مقرر کی گئی ہے اپنی تحویل میں لے لیں اور پھر اسے امت تک پہنچائیں۔ ۱۴۔ قرآن مجید کا آخری نزول جو تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں نبی کریم کے قلب مبارک میں تدریجاً ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وانه لتنزيل رب العلمين نزل به الروح الامين على قلبك لتكون من

المنذرين. ۱۵۔

اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے تدریجاً اتارا ہوا ہے اسے جبریل نے

تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ آپ خبردار کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔

وقرانا فرقناه لتقراہ علی الناس علی مکث ونزلہ تنزیلاً. ۱۶۔

اور قرآن کو متفرق طور سے اس لیے اتارا گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لوگوں کے

سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔

اس طرح قرآن کو لوح محفوظ سے دومرتبہ اتارنے سے یہ بھی مقصود ہے کہ یہ کتاب ہر شک و شبہ سے بالا

تر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے علاوہ یہ دو جگہ اور بھی محفوظ ہے۔ ایک لوح محفوظ میں اور دوسرے

بیت العزت میں واللہ اعلم۔ ۱۷۔

مسند احمد کی روایت جو واخلمہ بن اسقع سے مروی ہے کا جائزہ لیا جائے تو درج ذیل نکات سامنے آتے

ہیں۔ ۱۸۔

۱۔ یہ روایت آیات قرآنیہ سے مکمل مطابقت رکھتی ہے جس میں یہ فرمایا گیا کہ نزول قرآن کی ابتداء

رمضان میں لیلة القدر میں ہوئی۔

۲۔ اس روایت سے بظاہر اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ چوبیسویں رات تو طاق نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے

کہ روایت میں رمضان کی چوبیس کے گزر جانے کا ذکر ہے اس لئے گمان غالب ہے کہ باقی رہ جانے والی طاق

راتوں میں سے پچیسویں رات کو بیت العزۃ پر نزول قرآن ہوا ہو۔ ابو شامہ نے ایک قول نقل کیا ہے جس سے اس بات کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

قال ابو عبد الله الحليمي: يريد ليلة خمس و عشرين ۱۹

۳۔ اگر لیلۃ القدر میں آپؐ پر نزول قرآن کا آغاز بھی ہوا تو ممکن ہے کہ اس سال میں لیلۃ القدر وہی رات ہو جس میں پورا قرآن آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ اور اسی رات میں سورۃ علق کی ابتدائی آیات بھی نازل ہوئیں۔

جمع قرآن:

جمع قرآن علوم القرآن کی اہم بحث ہے جس میں قرآن مجید کی حفاظت کے تینوں مراحل کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ یہاں پہلے جمع قرآن سے متعلق مسند احمد کی روایات نقل کی جائیں گی بعد ازاں مذکورہ موضوع پر بحث کی جائے گی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن کریم کا نزول ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواہش ہوتی تھی کہ اسے جلدی جلدی ساتھ یاد کرتے جائیں۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ آپ اپنی زبان کو حرکت مت دیں کہ آپ جلدی کریں اسے جمع کرنا اور پڑھنا ہماری ذمہ داری ہے جب ہم پڑھ لیں تب آپ پڑھا کریں۔ ۲۰

حضرت ابن عباسؓ سے آیت قرآنی لا تحرك به لسانك لتعجلن فی تفسیر میں منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت کچھ سختی محسوس کرتے تھے اور وحی کو محفوظ کرنے کے خیال سے اپنے ہونٹوں کو ہلاتے رہتے تھے، یہ کہہ کر حضرت ابن عباسؓ نے اپنے شاگرد سعید بن جبیرؓ سے فرمایا کہ میں تمہیں اس طرح ہونٹ ہلا کر دکھاتا ہوں جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہلاتے تھے پھر ان کی نقل ان کے شاگرد سعیدؓ نے اپنے شاگرد کے سامنے کی۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ آپ اپنی زبان کو حرکت مت دیں کہ آپ جلدی کریں اسے جمع کرنا اور آپ کی زبانی اسے پڑھنا ہماری ذمہ داری ہے جب ہم پڑھ رہے ہوں تو آپ خاموش رہ کر اسے توجہ سے سنئے، پھر اس کی وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل کے واپس چلے جانے کے بعد اس طرح پڑھ کر سنا دیا کرتے تھے۔ جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھایا ہوتا تھا۔ ۲۱

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے، جس رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت جبرائیلؓ کو قرآن کریم سناتے، اس کی صبح

کو آپ تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی مانگا جاتا، آپ وہ عطا فرما دیتے اور جس سال رمضان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو دو مرتبہ قرآن کریم سنایا تھا۔ ۲۲

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت عثمان غنیؓ سے عرض کیا کہ آپ لوگوں نے سورۃ انفال کو جو عثمانی میں سے ہے، سورہ براءۃ کے ساتھ جو کہ منین میں سے ہے، ملانے پر کس چیز کی وجہ سے اپنے آپ کو مجبور کیا، اور آپ نے ان کے درمیان ایک سطر کی بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور ان دونوں کو سبع طوال میں شمار کر لیا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی کا نزول ہو رہا تھا تو بعض اوقات کئی کئی سورتیں اکٹھی نازل ہو جاتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی کاتب وحی کو بلا کر اسے لکھواتے اور فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھو، بعض اوقات کئی آیتیں نازل ہوتیں، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتا دیتے کہ ان آیات کو فلاں سورت میں رکھو، اور بعض اوقات ایک ہی آیت نازل ہوتی لیکن اس کی جگہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتا دیا کرتے تھے۔ سورۃ انفال مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی، جب کہ سورۃ براءۃ نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کا آخری حصہ ہے، اور دونوں کے واقعات و احکام ایک دوسرے سے حد درجہ مشابہت رکھتے تھے، ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے اور ہم پر یہ واضح نہ فرمایا کہ یہ اس کا حصہ ہے یا نہیں؟ میرا گمان یہ ہوا کہ سورۃ براءۃ اس میں سے ہے پھر میں نے ان دونوں کا ملا دیا اور میں نے ان دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور اسے سبع طوال میں شمار کیا۔ ۲۳

حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ ابتداً قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ جہاد کے انتظار میں بیٹھے ہیں وہ اور راہ خدا میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو بلا کر حکم دیا، وہ شانے کی ایک ہڈی لے آئے اور اس پر یہ آیت لکھ دی، اس پر حضرت ابن مکتومؓ نے اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تو اس آیت میں غیر اولی الضرر کا لفظ مزید نازل ہوا۔ ۲۴

حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ چڑے کے کلڑوں سے قرآن جمع کر رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا ملک شام کے لیے خوشخبری ہے میں نے پوچھا کہ شام کی کیا خصوصیات ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملک شام پر فرشتے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ ۲۵

حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھا تھا کہ ان پر وحی نازل ہونے لگی، پھر وہ کیفیت دور ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زید لکھو، میں نے شانے کی ہڈی پکڑی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو۔ لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون الآية کلھا الی قولہ أجزاً عظیماً چنانچہ میں نے اسے ہڈی پر لکھ دیا۔ ۲۶

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور باسعادت میں چار صحابہؓ نے پورا قرآن یاد کر لیا تھا، اور وہ چاروں انصار سے تعلق رکھتے تھے حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو زیدؓ۔ ۲۷

عبدالعزیز بن رفیعؓ کہتے ہیں کہ میں اور شداد بن معقلؓ حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف وہی چیز چھوڑی ہے جو دو لوگوں کے درمیان ہے۔ ۲۸

حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ نے میرے پاس جنگ یمامہ کے شہداء کی خبر دے کر قاصد کو بھیجا، میں جب ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں حضرت عمر فاروقؓ بھی موجود تھے، حضرت صدیق اکبرؓ نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمرؓ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جنگ یمامہ میں بڑی سخت معرکہ آرائی ہوئی ہے اور مسلمانوں میں سے جو قراء تھے وہ بڑی تعداد میں شہید ہو گئے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اسی طرح مختلف جگہوں میں قراء کرام یونہی شہید ہوتے رہے تو قرآن کریم کہیں ضائع نہ ہو جائے کہ اس کا کوئی حافظ ہی نہ رہے اس لیے میری رائے یہ ہے کہ میں آپ کو جمع قرآن کا مشورہ دوں، میں نے عمرؓ سے کہا کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں؟ لیکن انہوں نے مجھ سے کہا کہ بخدا یہ کام سراسر خیر ہی خیر ہے اور یہ مجھ سے مسلسل اس پر اسرار کرتے رہے یہاں تک کہ اس مسئلے پر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی شرح صدر عطا فرمادیا اور اس سلسلے میں میری بھی وہی رائے ہو گئی جو عمرؓ کی تھی۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ وہاں موجود تھے لیکن حضرت صدیق اکبرؓ کے ادب سے بولتے نہ تھے، حضرت صدیق اکبرؓ ہی نے فرمایا کہ آپ ایک سمجھدار نو جوان ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی رہ چکے ہیں۔ اس لیے جمع قرآن کا یہ کام آپ سرانجام دیں۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں۔ بخدا! اگر یہ لوگ مجھے کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر جمع قرآن کے اس حکم سے زیادہ بھاری نہ ہوتا چنانچہ میں نے بھی اس سے یہی کہا جو کام نبیؐ نے نہیں کیا آپ وہ کیوں کر رہے ہیں۔ ۲۹

حضرت عباد بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ حارث بن خزیمہؓ سیدنا فاروق اعظمؓ کے پاس سورۃ براءۃ کی آخری دو

آیتیں لے کر آئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا اس پر آپ کے ساتھ کون گواہ ہے؟ انہوں نے فرمایا بخدا! مجھے تو اس کا تو پتہ نہیں، البتہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ آیات کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پھر فرمایا اگر یہ تین آیتیں ہوتیں تو میں انہیں علیحدہ سورت کے طور پر شمار کر لیتا، اب قرآن کی کسی سورت کو دیکھ کر اس میں یہ آیتیں رکھ دو، چنانچہ میں نے انہیں سورۃ براۃ کے آخر میں رکھ دیا۔ ۳۰

خمیر بن مالک کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکاری حکم جاری ہوا کہ مصاحف قرآنی کو بدل دیا جائے (حضرت عثمان غنیؓ کے جمع کردہ مصاحف کے علاوہ کسی اور ترتیب کو باقی نہ رکھا جائے) حضرت ابن مسعودؓ کو یہ پتہ چلا تو فرمایا تم میں سے جو شخص اپنا نسخہ چھپا سکتا ہو چھپا لے، کیونکہ جو چیز چھپائے قیامت کے دن اس کے ساتھ یہی آئے گا۔ پھر فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سورتیں پڑھی ہیں، کیا میں ان چیزوں کو چھوڑ دوں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے حاصل کی ہیں۔ ۳۱

حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ جب مصحف تیار کیا جا رہا تھا تو مجھے ان میں سورۃ احزاب کی ایک آیت نظر نہ آئی جو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنتا تھا، میں نے اسے تلاش کیا تو وہ مجھے صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے پاس ملی جن کی شہادت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا اور وہ آیت یہ تھی من المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ ... ۳۲

جمع قرآن کو اس کے مفہوم کے اعتبار سے دو معنی میں بیان کیا گیا ہے:

- ۱۔ قرآن کو حفظ کرنا اور سینے میں جگہ دینا۔
 - ۲۔ جمع کے دوسرے معنی قرآن کو لکھنے کے ہیں۔ قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں کو بالترتیب مختلف صحیفوں میں لکھ کر ان کو کتابی صورت میں ایک جگہ جمع کر دینا۔ ۳۳
- جمع قرآن کے کل تین مراحل ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دور، اس کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ اور اس کے بعد آخری حضرت عثمانؓ کا عہد ہے جس میں قرآن جمع کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن مجید کو نہ صرف سینوں میں بلکہ مختلف اشیاء پر کتابت کے ذریعے محفوظ کیا گیا۔

جمع قرآن بمعنی حفظ:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قرآن کو اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں جمع کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرين ۳۴

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنا قرآن نازل ہوتا وہ آپ کو بغیر کسی مشقت کے یاد ہو جاتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا۔

لا تحرك به لسانك لتعجل به. ان علينا جمعه وقرانه. فاذا قرانه فاتبع

قرانه. ۳۵

نہ چلا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان تاکہ جلدی اس کو سیکھ لے، وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو جمع رکھنا تیرے سینہ میں اور پڑھنا تیری زبان سے پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبان تو ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے۔ جس وقت حضرت جبرائیل اللہ کی طرف سے قرآن لاتے ان کے پڑھنے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دل میں پڑھتے جاتے تھے تاکہ جلد اسے یاد کر لیں اور سیکھ لیں۔ مبادہ جبرائیل چلے جائیں اور وحی پوری طرح محفوظ نہ ہو سکے۔ مگر اس صورت میں آپ کو سخت مشقت ہوتی تھی۔ جب تک پہلا لفظ کہیں اگلا سننے میں نہ آتا۔ اور سمجھنے میں بھی ظاہر ہے وقت پیش آتی ہوگی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت پڑھنے اور زبان ہلانے کی حاجت نہیں ہمہ تن متوجہ ہو کر سننا ہی چاہیے۔ یہ فکر مت کرو کہ یاد نہیں رہے گا پھر کیسے پڑھوں گا اور لوگوں کو کس طرح سناؤں گا اس کا تمہارے سینے میں حرف بحرف جمع کر دینا اور تمہاری زبان سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جبرائیل جس وقت ہماری طرف سے پڑھیں آپ تو خاموشی سے سنتے رہیں آگے اس کا یاد کرنا اور اس کے علوم و معارف کا تمہارے اوپر کھولنا اور تمہاری زبان سے دوسروں تک پہنچانا ان سب باتوں کے ہم ذمہ دار ہیں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ پڑھنا ترک کر دیا اور یہ بھی ایک معجزہ ہوا کہ ساری وحی سنتے رہے اس وقت زبان سے اک لفظ نہ دہرایا لیکن فرشتے کے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بہ لفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدون ایک زبر زری کی تبدیلی کے فر فر سنائی اور سمجھا دی۔ ۳۶

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں جبرائیلؑ کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے اور جس سال نبی کا وصال ہوا اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیلؑ کو دو مرتبہ قرآن کریم سنایا تھا۔ ۳۷

یعنی اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال اس قرآن کو اور مضبوط کرنے کے لیے جتنا بھی حصہ نازل ہو چکا ہوتا جبرائیل علیہ السلام سنایا کرتے تھے۔ یوں آپ کے حافظہ میں قرآن مزید پختہ ہوتا گیا۔ اور اپنی وفات کے آخری سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ قرآن سنایا تھا۔

اسی مضمون میں ایک اور حدیث بھی ہے جسے مسند احمد میں نقل کیا ہے اور وہاں چار صحابہ کا تذکرہ کیا گیا

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور باسعادت میں چار صحابہؓ نے پورا قرآن یاد کر لیا تھا۔ جن میں حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو زیدؓ شامل تھے۔ ۳۸ علامہ قرطبی نے اس اور اس جیسی دوسری روایات سے متعلق قاضی ابن طیبؒ کا قول نقل کیا ہے جس میں انہوں نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ ان روایات سے مراد ہرگز نہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف چار صحابہؓ کو قرآن مجید حفظ تھا اور نہ ہی ایسا تھا کہ انصار میں سے صرف چار کو قرآن یاد تھا۔

ابن طیب کا قول ہے کہ یہ آثار اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حفظ نہیں کیا گیا اور یہ کہ انصار میں ان چار افراد کے سوا کسی نے قرآن کو جمع یعنی حفظ نہیں کیا۔ حضرت انس بن مالکؓ کے قول کے مطابق حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت تمیم الداریؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے قرآن کریم حفظ کیا۔ بس حضرت انس بن مالک کا یہ قول کہ ان چار کے علاوہ کسی نے قرآن حفظ نہیں کیا اس میں اس بات کا احتمال ہو سکتا ہے کہ یہی وہ چار صحابہ ہیں جنہوں نے براہ راست رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پورا قرآن حفظ کیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے صحابہ نے قرآن کے بعض حصے براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ کیے اور بعض حصے دیگر اصحاب سے حفظ کیے۔ ۳۹ علاوہ ازیں مہاجرین صحابہؓ بھی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن کو حفظ کیا تھا یا اس کے بعض حصے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یاد کیے تھے۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن سائبؓ شامل ہیں۔ ۴۰ قرآن مجید ایسی وحی ہے جو سینہ بسینہ جاری رہے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بل ہوا یات بینت فی صدور الذین اوتوا العلم وما یجحد بالینت الا

الظلمون۔ ۴۱

قرآن کی حفاظت کا قابل اعتماد ذریعہ جمع فی القلوب یا حفظ القلوب تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو تحفہ صحابہ کرامؓ کو ملا تھا اس کو حفظ کرنے کے شوق میں ان کے حافظوں میں اللہ کے کرم سے مزید نورانیت پیدا ہو گئی تھی۔ قرآن کو پڑھنا، سمجھنا اور حفظ کرنا ان کی زندگی کا اہم ترین مقصد بن چکا تھا۔

جمع قرآن بمعنی کتابت:

قرآن کو قلوب میں جمع کرنے کا سلسلہ جاری تھا لیکن اس کو کتابت کے ذریعہ محفوظ کرنا بھی ضروری

تھا چنانچہ اسکی کتابت کا آغاز عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ہوا۔ علامہ سیوطی بیان کرتے ہیں کہ قرآن تین مرتبہ جمع کیا سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی جمع ہوا۔ ۴۲

مدنی دور میں سب سے پہلے کتابت کی خدمات انجام دینے والے ابی بن کعب تھے اور کئی دور میں کتابت کی ذمہ داری سب سے پہلے قریش کے عبداللہ بن ابی سرح نے انجام دی۔ ۴۳ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دور میں زیادہ اعتماد حفظ پر ہی کیا جاتا اور لکھنے کا رواج عام نہیں تھا البتہ مسند احمد میں ایسی روایات ملتی ہیں جو قرآن کی کتابت پر واضح دلیل ہیں۔

علماء کرام نے کاتبان وحی کی مختلف تعداد بیان کی ہے البتہ مشہور کاتبین وحی میں حضرت ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، ابان بن سعید، ابی بن کعب، ارقم بن ابی ارقم، ثابت بن قیس، العلاء بن الحضرمی، زید بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان، زبیر بن العوام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے نام قابل ذکر ہیں۔ ۴۴ ان کاتبان وحی میں سے جو بھی مل جاتا اس سے قرآن لکھوا لیا جاتا لیکن دربار نبوی اور مکتب نبوت کے معروف کاتب زید بن ثابتؓ تھے۔ جب مطلق کاتب النبی کا ذکر کیا جائے تو اسے مراد زید بن ثابتؓ ہی ہوتے ہیں۔ ۴۵

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو جمع کرنے کے سلسلے میں اصول اپنائے رکھا کہ جب بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی کاتب وحی کو بلا تے اور لکھوا لیتے اور فرماتے اسے فلاں سورت میں فلاں جگہ پر رکھو۔ ۴۶

امام زرکشی البرہان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں۔

عہد رسالت میں قرآن کو ایک مصحف میں اس لیے لکھا گیا تاکہ اس کو بار بار تبدیل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اس لیے قرآن کی کتابت کو اس وقت تک ملتوی رکھا گیا جب تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے نزول قرآن کی تکمیل ہو گئی۔ ۴۷ علاوہ ازیں (روایت ۲۱۹۴۳) کے ضمن میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چڑے کے ٹکڑوں اور دیگر اشیاء پر قرآن کو جمع کرنے کا کام کرتے تھے۔ عہد رسالت میں قرآن کو ایک ہی مصحف میں جمع نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ قرآن مجید اکٹھا نازل نہیں ہوا بلکہ بتدریج نازل ہوا ہے۔ پورے قرآن کو نازل کرنے سے پہلے اسے جمع کرنا کیسے ممکن تھا۔ جبکہ بعض آیات منسوخ ہو جاتی تھیں ایسے میں قرآن کو جمع کرنا ممکن نہ تھا۔ ۴۸

جب وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن کی تکمیل ہو گئی اور وحی کا سلسلہ بند ہو گیا اور صحبت رسول سے

صحابہ کرام محروم ہو گئے تو اللہ نے حضرت عمرؓ کے دل میں الہام کیا کہ قرآن کے حفاظ تو ہمیشہ زندہ نہیں رہیں گے اس لیے قرآن کو مصحف واحد میں مرتب کرنا مصلحت ہے چنانچہ انہوں نے خلیفہ رسول ابو بکرؓ کو مشورہ دیا اور ابو بکر نے زید بن ثابتؓ کے ذریعے قرآن کریم کو مرتب کروا کر کتابی شکل دے کے محفوظ کر دیا۔ ۴۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو مصحف میں اس واسطے جمع نہیں فرمایا کہ آپ کو اس کے بعض احکام یا تلاوت کے نسخ کرنے والے حکم کے نزول کا انتظار باقی تھا۔ مگر جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے باعث قرآن کا نزول ختم ہو گیا تو اللہ نے اپنے اس سچے وعدہ کو پورا کرنے کے لیے جو ان سے اس امت کی حفاظت کے متعلق فرمایا تھا خلفائے راشدین کے دل میں قرآن کو جمع کرنے کی بات ڈال دی۔ پھر اس عظیم الشان کام کا آغاز عمرؓ کے مشورہ کے مطابق ابو بکرؓ کے ہاتھوں سے ہوا۔ ۵۰ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن کو جمع سب سے پہلے ابو بکر صدیقؓ نے ہی کیا تھا۔ کیونکہ یہاں پر خصوصاً کتابت کی بات ہے جو خصوصاً لکھی گئی تھی۔ جبکہ قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی لکھا جا چکا تھا مگر وہ سب ایک ہی جگہ جمع اور ترتیب کے ساتھ ہرگز نہ تھا۔ ۵۱

علامہ علم الدین سخاویؒ متوفی ۶۴۳ھ نے حضرت علیؓ سے ایک قول نقل کیا ہے:

اعظم الناس اجراً فی المصاحف ابو بکر رحمہ اللہ ابا بکر هو اول من جمع

بین اللوحین۔ ۵۲

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جامع قرآن اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے متفرق صحیفوں کو مجتمع کر کے مصحف واحد کی شکل دی تھی ورنہ جامع قرآن تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس لیے کہ پورا قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں محفوظ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پورے قرآن کو اپنی نگرانی میں لکھوایا تھا اور آیات و سورتوں کی ترتیب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بتائی ہوئی ہے۔ مگر مختلف چیزوں پر لکھی ہوئی آیات کو یکجا کرنا، ترتیب دینا اور کتابی شکل دے کر مستند سرکاری نسخہ تیار کرنا بھی بہت بڑا کام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ سے لیا اور اس میں عمرؓ کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ ۵۳

مذکورہ بالا روایات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عمرؓ کے مشورہ سے حضرت زیدؓ کو جمع قرآن کا کام سونپا۔ زید بن ثابتؓ اور عمروؓ دونوں خود ہی حفاظ قرآن تھے اور بہت سے حافظ قرآن موجود بھی تھے لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ شرط لگائی کہ قرآن حافظ اور کتابت دونوں کی شہادت کے بعد لکھا جائے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کاغذ کی کمی ہونے کی وجہ سے قرآن کی کتابت کھجور کے پتوں، سفید پتھروں، لکڑی کی تختیوں

اور چڑے پر لکھا گیا تھا۔ لیکن عہد صدیقؓ میں کاغذ مل جاتا تھا اس لیے زید بن ثابتؓ نے یہ مصحف کاغذ پر تیا کیا تھا۔ ۵۴

عہد عثمانی میں جمع قرآن ایک اہم مرحلہ تھا۔ اس مرحلہ میں امت کو قرآن کا ایسا نسخہ ملا جس پر تمام امت ہر قسم کا اختلاف ختم کر کے ایک ہی نسخہ پر جمع ہو گئی۔

حضرت ابو بکرؓ اور عثمانؓ کے قرآن کو جمع کرنے میں یہ فرق ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا جمع کرنا اس خوف سے تھا کہ کہیں حفاظ قرآن کی موت کے ساتھ قرآن کا بھی کوئی حصہ جاتا رہے۔ کیونکہ اس وقت تمام قرآن ایک جگہ جمع نہیں تھا۔ اس لیے ابو بکر صدیقؓ نے قرآن کو صحیفوں میں اس ترتیب سے جمع کیا کہ ہر ایک سورت کی آیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق درج کیں اور عثمانؓ کے قرآن کو جمع کرنے کی یہ شکل ہوئی کہ جس وقت وجوہ قرات میں بہت زیادہ اختلاف پھیل گیا اور نوبت یہاں تک آ گئی کہ لوگوں نے قرآن کو اپنی زبانوں میں پڑھنا شروع کیا۔ عرب کی وسیع زبانیں ہونے کے سبب ایک زبان کے لوگ دوسری زبان والوں کو غلط قرا دینے لگ گئے۔ اس متعلق سخت مشکلات پیش آنے کا خوف بڑھ گیا۔ اس لیے عثمانؓ نے قرآن کو سورتوں کی ترتیب کے ساتھ ایک ہی مصحف پر جمع کر دیا۔ ۵۵

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں جمع قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآن کو ملائم پتھروں، کھجور کی ٹہنیوں اور مختلف چیزوں کے ٹکڑوں سے جمع کیا گیا اور آیات اور سورتوں کی ترتیب دے دیا گیا۔ اس مرحلہ میں جمع قرآن کا سبب حفاظ کی شہادت تھی جبکہ عہد عثمانی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے تیار کردہ مصحف سے مختلف نقول تیار کی گئیں تاکہ انہیں اسلامی سلطنت کے مختلف حصوں میں بھیجا جاسکے اور اس عہد میں جمع قرآن کا بنیادی سبب قاری حضرات کا قرآن کی قرات میں اختلاف کرنا تھا۔ ۵۶

حضرت عثمانؓ نے ۵ مصاحف تیار کروائے تھے۔ لیکن ابن حجرؒ نے ابو حاتم بھستانی سے نقل کیا ہے کہ سات نسخے تیار کروائے تھے ایک مکہ مکرمہ میں بھیجا تھا۔ دوسرا شام کو پھر یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ اور سواواں مدینہ منورہ میں اپنے پاس رکھا۔ ۵۷

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ایک معلم ایک طرح پڑھتا اور دوسرا دوسری طرح پڑھتا جب ان کے شاگرد باہم ملتے تو مختلف طریقوں سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ یہاں تک کہ یہ معاملہ معلمین تک پہنچا اور وہ غلط قرات کی بنا پر ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔ جب حضرت عثمانؓ ان اختلافات سے آگاہ ہوئے تو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ جب تم میرے پاس ہوتے ہوئے باہم اختلاف کرتے اور قرآن کریم کو غلط طریقہ

سے پڑھتے ہو تو جو لوگ مجھ سے دور دراز شہروں میں رہتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟ اے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اکٹھے ہو کر لوگوں کے لیے قرآن کا نسخہ مرتب کر دو۔ ۵۸

مذکورہ روایت (۳۹۲۹) کی وضاحت میں علامہ زرقانی کا بیان ہے۔

صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ کے فیصلے کے مطابق اپنے اپنے مصاحف جلا دیئے اور وہ سب کے سب مصحف عثمانیہ پر جمع ہو گئے لیکن عبداللہ بن مسعودؓ نے ابتداء میں مصاحف عثمانیہ کی مخالفت کی اور اپنا مصحف جلانے سے انکار کر دیا لیکن بعد میں جب مصاحف عثمانیہ کے فوائد ظاہر ہوئے اور لوگوں کا اس پر متفق ہونا دیکھا تو انہوں نے اپنی رائے سے رجوع کیا اور تمام مسلمانوں کے متفقہ فیصلے کو تسلیم کیا۔ ۵۹

ترتیب قرآن:

آج جو مصاحف امت مسلمہ کے پاس موجود ہیں یہ سب مصحف عثمانی کے مطابق ہیں جس مصحف پر تمام صحابہ کا اتفاق ہے۔ یہاں پر مسند احمد میں سے ترتیب قرآن اور ترتیب آیات سے متعلق روایات کو پیش کر کے اس فن پر بحث کی جائے گی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت عثمان غنیؓ سے عرض کیا کہ آپ لوگوں نے سورۃ انفال کو جو مثنائی میں سے ہے، سورہ براءۃ کے ساتھ جو کہ مبین میں سے ہے، ملانے پر کس چیز کی وجہ سے اپنے آپ کو مجبور کیا، اور آپ نے ان کے درمیان ایک سطر کی بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور ان دونوں کو سبع طوال میں شمار کر لیا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی کا نزول ہو رہا تھا تو بعض اوقات کئی کئی سورتیں اکٹھی نازل ہو جاتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی کاتب وحی کو بلا کر اسے لکھواتے اور فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھو، بعض اوقات کئی آیتیں نازل ہوتیں، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتا دیتے کہ ان آیات کو فلاں سورت میں رکھو، اور بعض اوقات ایک ہی آیت نازل ہوتی لیکن اس کی جگہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتا دیا کرتے تھے۔ سورۃ انفال مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی، جب کہ سورۃ براءۃ نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کا آخری حصہ ہے، اور دونوں کے واقعات و احکام ایک دوسرے سے حد درجہ مشابہت رکھتے تھے، ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے اور ہم پر یہ واضح نہ فرمایا کہ یہ اس کا حصہ ہے یا نہیں؟ میرا گمان یہ ہوا کہ سورۃ براءۃ اس میں سے ہے پھر میں نے ان دونوں کا ملا دیا اور میں نے ان دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور اسے سبع طوال میں شمار کیا۔ ۶۰

یحییٰ بن ابی کثیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ سب سے پہلے قرآن کا کونسا حصہ نازل ہوا تھا؟ انہوں نے سورہ مدثر نام لیا میں نے عرض کیا سب سے پہلے سورۃ اقرآن نازل نہیں ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابرؓ سے یہی سوال پوچھا تھا تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا اور میں نے بھی یہی سوال پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ میں تم سے وہ بات بیان کر رہا ہوں جو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائی تھی۔ ۱۱

حضرت اوس بن حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ثقیف کے وفد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم بنی مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک قبہ میں ٹھہرایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب عشاء کے بعد ہمارے پاس آتے اور ہم سے گفتگو فرماتے رہتے اور زیادہ تر ہمیں قریش کے اپنے ساتھ رویہ کے متعلق سناتے اور فرماتے ہم اور وہ برابر نہ تھے کیونکہ ہم کمزور اور ظاہری طور پر دباؤ میں تھے جب ہم مدینہ آئے تو جنگ کا ڈول ہمارے اور ان کے درمیان رہا کبھی ہم ان سے ڈول نکالتے (اور فتح حاصل کر لیتے) اور کبھی وہ ہم سے ڈول نکالتے (اور فتح پاتے) ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ معمول سے ذرا تاخیر سے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ آج تاخیر سے تشریف لائے، فرمایا میرا تلاوت قرآن کا معمول کچھ رہ گیا تھا میں نے پورا ہونے سے قبل نکلنا پسند نہ کیا، حضرت اوسؓ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے پوچھا کہ تم قرآن کی (تلاوت کے لئے) کیسے حصے کرتے ہو؟ انہوں نے بتایا تین اور پانچ سورتیں اور سات سورتیں اور نو سورتیں اور گیارہ سورتیں اور تیرہ سورتیں اور آخری حزب مفصل کا یعنی سورۃ ق سے آخر تک۔ ۱۲

حضرت واثلہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے توراۃ کی جگہ سات (لمبی) سورتیں اور زبور کی جگہ مئوں اور انجیل کی جگہ مثنائی جبکہ مفصل زائد دی گئی۔ ۱۳

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر دیکھا اور پھر نظر جھکائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے نیچے ہوئے کہ زمین سے لگنے کے قریب ہو گئے، تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں اوپر کیں اور فرمایا کہ ابھی ابھی میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں یہ آیت فلاں سورت کی فلاں جگہ پر رکھ لوں۔ ان اللہ یا مر بالعدل و الاحسان... ۱۴

حضرت ابن عباسؓ سے بحوالہ ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ قرآن کریم کی سب سے آخری آیت جو نازل ہوئی وہ یہ تھی۔ لقد جاءكم رسول من انفسكم۔ ۱۵

جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے مجھ سے پوچھا تم سورۃ مائدہ پڑھے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! انہوں نے فرمایا کہ یہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت ہے۔ ۶۶۔

قرآن مجید وہ محفوظ اور مقدس کتاب ہے جو اپنے ترتیب مضامین کے اعتبار سے عام انسانی تصانیف سے بالکل مختلف ہے اس پاک کلام میں نہ تو عنوانات کا ذکر کیا گیا ہے نہ کسی قسم کی فصول بنائی گئیں ہیں اور نہ ہی کوئی ابواب بندی کی گئی ہے۔

قرآن مجید کی آیات کی ایک ترتیب وہ ہے جس کے مطابق اس کا نزول ہوا۔ اس کو ترتیب نزولی کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی دوسری ترتیب سے مراد وہ ترتیب جس کے مطابق قرآن مجید مرتب ہوا اور جو آج ہمارے پاس کتابی شکل میں موجود ہے اس کو ترتیب توقیفی کہا جاتا ہے یعنی قرآن مجید کی وہ ترتیب جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرار پائی۔

جب دعوت کے مراحل مکمل ہوئے اور جزیرۃ العرب میں اسلامی انقلاب آگیا تو سورۃ النصر کے نزول کے ساتھ قرآن کا نزول بھی مکمل ہو گیا۔ تکمیل دعوت اور تکمیل نزول قرآن کے بعد قرآن کو نزولی ترتیب کے مطابق مرتب کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ اور مختلف موضوعات پر مختلف اوقات اور مختلف حالات میں دیئے گئے خطبوں کو نزولی ترتیب کے مطابق مرتب نہیں کیا گیا بلکہ ایک دوسری ترتیب کے ساتھ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ جب کوئی سورت نازل ہوتی تو آپ کا تباہ وحی کو بلا کر ہدایت فرماتے کہ یہ سورت فلاں سورت کے بعد اور فلاں سورت سے قبل لکھ دی جائے۔ اسی طرح جب آیات نازل ہوتیں تو آپ لکھنے والوں کو فرمادیتے کہ ان کو فلاں سورت کے فلاں مقام پر لکھ دیا جائے۔ اس طرح قرآن کا نزول جس روز مکمل ہوا اس کی ترتیب تلاوت بھی اسی روز مکمل ہو گئی اور اسی ترتیب نبوی کے مطابق مصحف عثمانی تیار ہوا جو آج امت مسلمہ کے ہاتھوں میں ہے۔ چونکہ نزولی ترتیب کے اعتبار سے قرآن کو مرتب کرنا پیش نظر نہیں تھا اس لئے نزولی ترتیب کو محفوظ کرنے کا اہتمام نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور نہ آپ کے اصحاب اور حفاظ قرآن نے اس ترتیب کو یاد رکھنے کا التزام کیا تھا کیونکہ ترتیب نزول کے مطابق نہ تو قرآن یاد کیا جاتا تھا اور نہ نماز میں اس کی قراءت کی جاتی تھی بلکہ قرآن کی تلاوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق کی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ نزولی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح الاسناد حدیث میں بھی ثابت نہیں ہے اور تواریخ امت کے ذریعے بھی یہ ترتیب ہم تک نہیں پہنچی اور یہ ترتیب معلوم کرنا شرعاً لازم بھی نہیں ہے۔ بعض مستشرقین نے قرآن کو نزولی ترتیب کے مطابق مرتب کرنے کی جو کوشش کی ہے اس سے ان کا مقصد

قرآن کی حقانیت و صداقت کو مشکوک بنانا ہے۔ ۶۷

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاقان میں آیات کی ترتیب توقیفی سے متعلق ایک فصل قائم کی ہے جس کا عنوان ہے:

الاجماع والنصوص المترادفة على ان ترتيب الآيات توقيفي، لا شبهة في ذلك ۶۸

اگرچہ اس معاملہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے یا پھر صحابہؓ کے اجتہاد پر مبنی ہے لیکن جمہور علماء نے دوسری بات کو ترجیح دی ہے " ۶۹

سورتوں کی ترتیب اور آیات کا ان کی جگہ پر رکھنا صرف وحی کے ذریعے عمل میں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیا کرتے تھے کہ اس آیت کو فلاں جگہ رکھو اور اس ترتیب کا یقین آپؐ کی تلاوت کی نسبت متواتر نقل سے حاصل ہوا ہے اور اس بات سے بھی کہ صحابہ کا اسے مصحف میں اسی طرح رکھنے پر اجماع ہے۔ ۷۰

وہ روایت جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " کہ مجھ پر قرآن کا ایک حزب طاری ہو گیا (یعنی قرآن مجید کی ایک منزل پڑھنا ایک معمول بن گیا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سننے کے بعد حضرت حدیفہؓ نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ اس وقت تک گھر سے نہیں نکلیں گے جب تک اس حزب کو پورا حفظ نہ کر لیں گے۔ چنانچہ حزب کے متعلق انہوں نے صحابہ کرامؓ سے قرآن مجید کے حزبوں یا منزلوں کے متعلق پوچھا کہ وہ قرآن کو منزلوں اور حزبوں میں کس طرح تقسیم کرتے ہیں تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ وہ قرآن مجید کی منزلیں تین، پانچ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ سورتوں کی کیا کرتے ہیں اور آخری منزل مفصل سورۃ ق سے آخر قرآن تک کرتے ہیں۔" اس روایت کے بارے علامہ سیوطی نے ابن حجر کا قول نقل کیا ہے۔

هذا يدل على ان ترتيب السور على ما هو في المصحف الان كان على عهد

رسول الله صلى الله عليه وسلم لم اے

ترتیب قرآن سے متعلق روایات میں درج کی گئی روایت (۱۶۹۸۲) کی روشنی میں علوم القرآن کے ماہرین نے قرآن کے چاروں حصوں کی وضاحت کی ہے ۷۲

السبع:

یہ وہ سات طویل سورتیں ہیں جن میں سورۃ بقرہ پہلی اور سورۃ براءۃ آخری ہے کیونکہ سورۃ الانفال اور سورۃ براءۃ کو ایک ہی شمار کیا گیا ہے۔

المثون:

سبع طوال کے بعد آنے والی سورتوں کو المثنون اس لیے کہتے ہیں کیونکہ ان میں ہر سورت کی تعداد سو سے زیادہ یا اس کے قریب قریب ہے۔

المثنائی:

المثنائی کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ المثنون کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں اس لیے یہ مثنائی ہیں یا مثنائی وہ سورتیں جن کی آیات کی تعداد سو سے کم ہے اور یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ سبع طوال اور المثنون کی نسبت زیادہ دہرائی جاتی ہیں مثنائی نام رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ ان میں عبر و خبر پر مشتمل امثال کو دہرایا گیا ہے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان میں قصص کو دہرایا گیا ہے اور کبھی اس کا اطلاق سارے قرآن اور سورۃ فاتحہ پر کیا جاتا ہے۔

المفصل:

المثنائی کے بعد یہ چھوٹی سورتیں ہیں مفصل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان سورتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ بار بار مفصل کا واقع ہونا ہے ان سورتوں کا خاتمہ سورۃ الناس پر ہوتا ہے۔ مفصل کی پہلی سورۃ کون سی ہے اس میں اختلاف ہے اس ضمن میں کئی اقوال نقل کئے گئے ہیں جن میں سے ایک سورۃ ق کے بارے آیا ہے۔

ترتیب قرآن سے متعلق روایات کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ کتب حدیث میں ایسی روایات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا تب وحی صحابہ کو قرآن مجید لکھواتے اور ان کو آیات کی ترتیب سے آگاہ کیا کرتے تھے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ صحابہ کسی سورت کی آیات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب کے خلاف تلاوت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی متعدد سورتیں نماز کے دوران یا خطبہ جمعہ میں ترتیب آیات کے ساتھ صحابہ کرام کی موجودگی میں تلاوت کیں یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔ ۳۷

حضرت عباد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حارث بن خزیمہؓ سیدنا فاروق اعظمؓ کے پاس سورۃ براءۃ کی آخری دو آیتیں لے کر آئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا اس پر آپ کے ساتھ کون گواہ ہے؟ انہوں نے فرمایا بخدا! مجھے تو اس کا تو پتہ نہیں، البتہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ آیات کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پھر فرمایا اگر یہ تین آیتیں ہوتیں تو میں انہیں علیحدہ سورت کے طور پر شمار کر لیتا، اب قرآن کی کسی سورت کو دیکھ کر اس میں یہ

آیتیں رکھ دو، چنانچہ میں نے انہیں سورۃ براۃ کے آخر میں رکھ دیا۔ ۴۷ اس روایت کے بارے میں ابن حجر کا قول ہے کہ۔

ظاہر هذا أنهم كانوا يؤلفون آيات السور باجتهادهم، وسائر الأخبار تدل

على أنهم لم يفعلوا شيئا من ذلك الا بتوقيف ۵۷

اس روایت کا ظاہری انداز تو یہ بتاتا ہے کہ صحابہ سورتوں کی آیتوں کو اپنے اجتہاد سے ترتیب دیا کرتے تھے مگر اور تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان لوگوں نے ترتیب آیات توقیف کے سوا کسی اور صورت پر نہیں کی۔

علامہ زرکشی نے قول نقل کیا ہے کہ قرآن کی تالیف اسی انداز پر کی گئی ہے جس انداز پر صحابہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتے تھے۔

انما ألف القرآن على ما كانوا يسمعون من النبي صلى الله عليه وسلم . ۶۰

صحابہؓ نے اسی قرآن کو بین الدفتین جمع کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا اور صحابہؓ نے اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی۔ پھر ان کے قرآن کو جمع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ حفاظ قرآن کی موت سے اس کے کسی حصہ کے ضائع ہو جانے سے ڈرتے تھے اس واسطے انہوں نے جس طرح قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اسی انداز پر بلا کسی تقدیم و تاخیر کے اس کو لکھ لیا۔ یہاں تک کہ اس کی ترتیب میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کی ہوئی ترتیب کے علاوہ اپنی رائے کو ہرگز داخل نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو قرآن کے نازل شدہ حصوں کی تلقین اسی ترتیب پر کی جس پر جبرئیلؑ نے واقف کیا تھا جو ہر آیت کے نزول کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کرتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورۃ کی فلاں آیت کے بعد لکھی جائے گی۔ ۷۱

اس بیان سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ صحابہؓ نے صرف قرآن کو جمع کرنے کی کوشش کی تھی نہ کہ اسے ترتیب دینے کی۔ اس واسطے کہ بلاشبہ قرآن اسی ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمان دنیا پر نازل فرمایا پھر اسے بوقت ضرورت تفریق کے ساتھ نازل فرماتا رہا۔ چنانچہ یہی باعث ہے تلاوت کی ترتیب نزول کی ترتیب کے علاوہ ہے۔ ۸۰

حضرت زیدؓ کی حدیث سے جو ثابت ہے کہ مختلف اشیاء کے ٹکڑوں سے قرآن جمع کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق قرآنی آیات و سورت کو مرتب کیا جاتا تھا۔ اس میں شبہ کی کوئی مجال نہیں کہ ہر سورت کی ترتیب ان میں آیات کی ترتیب اور ان سے پہلے بسم اللہ کی تحریر ایک توفیقی امر ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم

پر کیا گیا ہے اور اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ ۹۔

اللہ نے آسمان دنیا پر پورے قرآن کو نازل کرنے کے بعد پھر اسے بیس سال سے بھی زیادہ مدت میں متفرق طور پر نازل فرمایا۔ چنانچہ سورت کا نزول کسی نئی بات کے پیش آنے پر اور آیت کا نزول کسی دریافت کرنے والے کے جواب میں ہوتا تھا۔ نزول قرآن کے وقت حضرت جبرائیلؑ اس آیت یا سورۃ کے مقام محل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آگاہ فرمادیتے تھے۔ اس لیے سورتوں کا تساق اور ترتیب بھی آیات اور حروف کے تساق و ترتیب کی طرح سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے، لہذا جو شخص کسی سورت کو مقدم یا مؤخر کرے گا وہ گویا نظم قرآن میں خلل ڈالے گا۔ ۱۰۔

ڈاکٹر صبحی صالح ترتیب سور کے متعلق لکھتے ہیں:

جہاں تک سورتوں کی ترتیب کا تعلق ہے وہ بھی تو قینی (بحکم خداوندی اور اس کے آگاہ کرنے پر موقوف و مبنی) ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ ترتیب معلوم تھی اس کے خلاف کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں۔ ہم اس رائے کو تسلیم نہیں کرتے کہ سورتوں کی ترتیب صحابہ کے اجتہاد پر مبنی ہے۔ ہم اس بات کو بھی صحیح تصور نہیں کرتے کہ بعض سورتوں کو ترتیب اجتہادی اور بعض کی تو قینی ہے۔ ۱۱۔

ان تمام دلائل کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی سورتیں اپنی ترتیب کے لحاظ سے تو قینی ہیں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ترتیب دیا تھا۔

سبعہ احرف:

سبعہ احرف علوم القرآن کا نہایت اہم اور دقیق موضوع ہے۔ علمائے متقدمین و متاخرین نے اس پر محققانہ بحث کی ہے۔ اور اس بارے پیدا ہونے والے سوالات و اشکالات کا حل پیش کیا ہے۔ مسند احمد میں سات حروف پر نزول قرآن سے متعلق جو روایات منقول ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دور نبوت میں ہشام بن حکیم بن حزامؓ کے پاس سے گزرتے ہوئے انہیں سورۃ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، انہوں نے اس میں ایسے حروف کی تلاوت کی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے، میرا دل چاہا کہ میں ان سے نماز ہی میں پوچھ لوں، بہر حال فراغت کے بعد میں نے انہیں چادر گھسیٹ کر پوچھا کہ تمہیں فرقان اس طرح کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ میں نے کہا آپ جھوٹ بولتے ہیں بخدا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی یہ سورت پڑھائی ہے۔ یہ کہہ کر میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے مجھے سورۃ فرقان خود پڑھائی ہے، میں نے اسے سورۃ فرقان کو ایسے حروف میں پڑھتے

ہوئے سنا ہے جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! اسے چھوڑ دو، پھر ہشام سے اس کی تلاوت کرنے کو فرمایا، انہوں نے اس طرح پڑھا جیسے وہ پہلے پڑھ رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورت اس طرح نازل ہوئی ہے، پھر مجھ سے کہا اے عمر! تم بھی پڑھ کر سناؤ، چنانچہ میں نے بھی پڑھ کر سنا دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورت اس طرح بھی نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا بے شک قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ لہذا تمہارے لئے اس میں سے جو آسان ہو اس کے مطابق تلاوت کر لیا کرو۔ ۸۲

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ قرآن میں جھگڑنا کفر ہے" یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اس لئے جو تمہیں سمجھ آ جائے اس پر عمل کرو اور جو سمجھ نہ آئے اسے اس کے عالم کی طرف لوٹا دو۔ ۸۳

حضرت عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے لہذا تم جس حرف کے مطابق پڑھو گے، صحیح پڑھو گے۔ اس لئے قرآن کریم میں مت جھگڑا کرو کیونکہ قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔ ۸۴

حضرت سمرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ ۸۵

حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس جبرئیلؑ آئے، جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا کہ قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھیں، میکائیلؑ نے کہا کہ اس میں اضافے کی درخواست کیجئے پھر جبرئیلؑ نے کہا کہ قرآن کو آپ سات حروف پر پڑھ سکتے ہیں جن میں سے ہر ایک کافی شافی ہے بشرطیکہ آیت رحمت کو عذاب سے یا آیت عذاب کو رحمت سے نہ بدل دیں۔ ۸۶

حضرت ابن ابی لیلیٰؓ سے بحوالہ ابی بن کعب مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو غفار کے ایک کنوئیں کے پاس گئے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ کا پروردگار آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی امت کو قرآن کریم ایک حرف پر پڑھائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ سے درگزر اور بخشش کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ حضرت جبرئیلؑ دوبارہ پیغام لے کر گئے اور دو حرفوں پر پڑھنے کی اجازت دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا تیسری مرتبہ بھی ایسا ہوا۔ چوتھی مرتبہ جبرئیلؑ سات حروف پر پڑھنے کا پیغام لے کر آئے اور کہنے لگے کہ وہ ان میں سے جن حروف کے متعلق قرأت کریں

گے صحیح کریں گے۔ ۸۷

حضرت ابن ابی لیلیٰؓ سے بحوالہ ابی بن کعبؓ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنواضاء کے کنویں کے پاس تھے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت ایک حرف پر کریں اور آہستہ آہستہ پڑھاتے ہوئے سات کے عدد تک پہنچ گئے۔ ۸۸

حضرت ام ایوبؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ تم جس حرف پر بھی اس کی تلاوت کرو گے وہ تمہاری طرف سے کفایت کر جائے گا۔ ۸۹

مسند احمد میں مذکورہ بالا روایات کے علاوہ اور بھی ایسی روایات ہیں جو قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ۹۰

مذکورہ بالا احادیث سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں:

- ۱۔ یہ حروف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بھذا انزلت ان حروف کے توقیفی ہونے پر دلالت کرتے ہیں لہذا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے۔
- ۲۔ صحابہؓ کے درمیان قرآن کے معانی، تفسیر یا احکام میں اختلاف واقع نہیں ہوا بلکہ قرآن مجید کے الفاظ اور ان کی طرز ادائیگی میں اختلاف تھا۔
- ۳۔ ان مرویات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے سب سے مراد سات کا حقیقی عدد مراد ہے۔
- ۴۔ سات حروف پر قرآن مجید کا نزول امت کی آسانی اور سہولت کی غرض سے تھا۔
- ۵۔ صحابہ کرامؓ کا کتاب اللہ سے انتہائی مضبوط تعلق تھا وہ اس کی حفاظت کے بارے میں بہت محتاط تھے جب بھی انہیں اختلاف قراءات کا احساس ہوا تو انہوں نے فوری طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا۔
- ۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مختلف حروف پر قرآن پڑھایا لہذا کبھی کسی ایک کی قراءت کو دوسرے صحابی کی قراءت پر ترجیح نہیں دی۔ بلکہ صحابہؓ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قراءات کا اختلاف لے کر حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی تحسین فرمائی۔

یہ بات تو یقینی اور ثابت شدہ ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا لیکن احادیث میں سب سے سب سے مراد ہے اس بات میں علماء کے درمیان اختلاف ہے جس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ کسی نص سے سب سے سب سے

کے معانی متعین نہیں ہوتے علامہ زرکشیؒ نے ابن عربیؒ کا قول نقل کیا ہے:

لم یأت فی معنی هذا السبع نص ولا اثر واختلف الناس فی تعیینها ۹۱
اس بارے کوئی واضح نص نہ ہونے کی وجہ سے علماء نے اپنے اپنے علم اور تحقیق کی بنیاد پر سببہ احرف کے معانی متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور ابن حبان نے اس بارے پینتیس اقوال نقل کیے۔“ ۹۲
جبکہ علامہ سیوطیؒ نے اس بارے چالیس اقوال نقل کیے ہیں۔ ۹۳ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کم ہی ایسے اقوال ہیں جو اعتماد کے قابل ہیں اور جن کو علماء نے قابل ذکر سمجھا جیسے ابن جوزی نے ابن حبان کے ذکر کردہ ۳۵ اقوال میں سے ۱۱۴ اقوال کی تفصیل دی ہے اور باقی اقوال کے متعلق یہ صراحت کی ہے کہ ”حدیث کی توجیہ میں ان پر اعتماد کرنا درست نہیں“ ۹۴ ابن جوزیؒ کی طرح علامہ زرکشیؒ نے بھی چودہ اقوال ہی کی تفصیل دی ہے۔ ۹۵ جبکہ علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں صرف پانچ اقوال کے ذکر کرنے پر ہی اکتفاء کیا۔ ۹۶

سببہ احرف سے مراد سات قراءات:

مفسر خازن (م ۴۱/ھ ۱۳۴۰ء) ۹۷ نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔ علی بن محمد جو خازن کے نام سے معروف ہیں نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اسی قول کو صحیح کہا ہے لکھتے ہیں:

”یہ قول صحیح ہے اور حدیث سے موافقت رکھتا ہے کیونکہ یہ سات قراءتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی منقول ہیں اور صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو محفوظ کیا اور حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کی جماعت نے مصاحف میں ان کو ثبت کیا اور انہیں کو درست قرار دیا اور ان میں سے جو متواتر نہیں تھیں ان قراءتوں کو حذف کر دیا۔ ان حروف میں اگرچہ معانی اور الفاظ کا اختلاف تھا لیکن ان میں تضاد اور تناقص نہ تھا۔“ ۹۸

یہ قول جس میں سببہ احرف سے سات قراءتیں مراد لی گئیں باطل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس سے زیادہ قراءتیں منقول ہیں لہذا اگر انہیں سات تک محدود کر دیا جائے تو باقی متواتر قراءتیں کہاں جائیں گی؟ یہ سات قراءتیں سببہ احرف کا حصہ تو ہو سکتی ہیں لیکن یہ کہ سات حروف سے سات قراءتیں مراد ہے غلط ہے۔ جمہور علماء نے اس کی تردید کی ہے۔ ۹۹

متاخرین اور جدید محققین علوم القرآن میں سے کسی نے اس قول کی تائید نہیں کی۔

سبعہ احرف سے مراد سات لغات:

علماء کی اکثریت نے اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ سبعہ احرف سے مراد عرب کی سات لغات ہیں۔ اس موقف کے حامل علماء میں سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن وہب، ابو عبید قاسم بن سلام، ابن جریر طبری اور امام طحاوی وغیرہ شامل ہیں۔ ۱۰۰

جہاں تک اس قول کا تعلق ہے اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس قول کے حامل علماء میں لغات کے تعین میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ ۱۰۱

انہوں نے سات لغات تک محدود کرنے کی کوشش کی ہے لیکن قرآن مجید میں لغات اس سے زیادہ ہیں علامہ سیوطیؒ نے واسطی سے نقل کیا ہے کہ قرآن میں چالیس لغات پائی جاتی ہیں۔ ۱۰۲

جبکہ ابن حسون کی روایت سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب کتاب اللغات فی القرآن جس کی تحقیق صلاح الدین منجد نے کی ہے اس میں محقق نے کتاب شروع کرنے سے پہلے ایک جدول میں یہ وضاحت کی ہے کہ اس کتاب میں کون کون سے قبائل کے کتنے الفاظ موجود ہیں اس جدول کے مطابق ۲۹ قبائل کے ۳۲۷ الفاظ ہیں جو قرآن مجید میں استعمال ہوئے قریش سے ۱۰۴، ہذیل کے ۴۵، کنانہ کے ۳۶، حمیر کے ۲۳، جرہم کے ۲۱، تمیم اور قیس عیلان دونوں کے تیرہ تیرہ اور عمان، ازہنہ، ثعمم کے چھ اور طئی، مذحج، مدین، غسان کے پانچ پانچ اور بنو حنیفہ، حضرموت، اشعر کے چار چار، انمار کے تین، خزاعہ، بنو عامر، لخم، کندہ، سبا، یامامہ، مزینہ، ثقیف کے دو دو اور عمالقہ، سدوس اور سعد العشرہ کا ایک ایک لفظ شامل ہے۔ ۱۰۳

کتاب میں ۲۹ قبائل کے تقریباً ۳۲۷ الفاظ دیے گئے ہیں جو قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ ۱۰۴ دوسرا یہ کہ سبعہ احرف سے سات لغات مراد لی جائیں تو حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ہشام بن حکیمؓ کے درمیان اختلاف کیوں ہوا حالانکہ دونوں قریشی تھے، امام سیوطیؒ نے لکھا ہے:

”رَدُّ هَذَا الْقَوْلِ بِأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهَاشِمَ بْنَ حَكِيمٍ كِلَاهُمَا قُرَشِيٌّ مِنْ لُغَةٍ وَاحِدَةٍ وَ قَبِيلَةٍ وَاحِدَةٍ، وَقَدْ اخْتَلَفَ قِرَاءَتُهُمَا، وَمَحَالُ أَنْ يَنْكُرَ عَلَيْهِ عُمَرُ لُغَتَهُ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَحْرَفِ السَّبْعَةِ غَيْرَ اللُّغَاتِ“ ۱۰۵

سبعہ احرف سے مراد سات وجوہ قراءات:

سات لغات والے قول کے بعد دوسرا مشہور قول یہی ہے متقدمین میں سے امام مالک ۱۰۶ ابن

قتیبہ ۱۰۱ ابو الفضل رازیؒ ۱۰۸ قاضی ابن طیب باقلانیؒ ۱۰۹ اور امام ابن جزریؒ ۱۱۰ کا یہی موقف ہے۔
س دور کے علوم القرآن کے ماہرین میں سے علامہ زرقانیؒ ۱۱۱ طاہر الجزائریؒ ۱۱۲ ڈاکٹر سحیحی صالحؒ ۱۱۳
علامہ عدنان زوزوؒ ۱۱۴ اور علامہ صابونیؒ ۱۱۵ نے اسی قول کی تائید کی ہے۔

سبعہ احرف کے بارے میں جتنے اقوال پائے جاتے ہیں ان میں سے رائج قول ابو الفضل رازیؒ کا
ہے۔ علامہ زرقانیؒ نے امام ابو الفضل رازیؒ کے موقف کو مثالوں کے ساتھ واضح کیا ہے یہاں اس کا خلاصہ
درج ذیل ہے۔ ۱۱۶

- ۱۔ اسماء کا اختلاف جس میں واحد، ثثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث کا اختلاف ہو مثلاً ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لَا
مَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ﴾ ۷۷ اسی طرح لا مانتہم مفرد بھی پڑھا گیا ہے۔
- ۲۔ افعال کا اختلاف یعنی جس میں ماضی، مضارع اور امر کا اختلاف پایا جاتا ہو مثلاً ﴿فَقَالُوا رَبَّنَا
بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا﴾ ۸۸ اسی طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ اور رَبَّنَا بَعْدُ بھی پڑھا گیا ہے۔
- ۳۔ وجوہ اعراب کا اختلاف: مثلاً ﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ﴾ ۹۹ اسی طرح لفظ مجید ج کے ساتھ بھی پڑھا
گیا ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ۔
- ۴۔ کمی زیادتی کا اختلاف مثلاً یہ آیت ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى﴾ ۲۰ مَا خَلَقَ کے بغیر
وَالذَّكَرَ وَالْأُنثَى بھی پڑھا گیا ہے۔
- ۵۔ تقدیم و تاخیر کا اختلاف جیسے یہ آیت ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ ۱۰۱ اسی طرح بھی
پڑھی گئی وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ۔
- ۶۔ ابدال کا اختلاف: مثلاً آیت میں لفظ ﴿نَنْشُرْهَا﴾ ۲۲ نَشْرُهَا بھی پڑھا گیا۔
- ۷۔ لہجوں کا اختلاف: جیسے فتح و امالہ، ترقیق و تَفْخِيم، اظہار و ادغام وغیرہ مثلاً آیت ﴿هَلْ أَتَاكَ
حَدِيثُ مُوسَى﴾ ۲۳ میں موسیٰ فتح اور امالہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

اس قول کے رائج ہونے کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

- ۱۔ سبعہ احرف پر نزول قرآن والی احادیث سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔
- ۲۔ اس مذہب کا اعتماد استقرائے عام پر ہے لہذا اقراءات کے سارے اختلافات سبعہ احرف پر پورے
اُترتے ہیں۔
- ۳۔ اس موقف کو تسلیم کرنے سے کوئی بھی قابل احتراز چیز لازم نہیں آتی۔ ۱۲۴
- ۴۔ اس قول کو اختیار کرنے سے یہ نہیں ماننا پڑتا کہ سات حروف میں سے کوئی حرف متروک یا منسوخ ہو
گیا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ ماہرین علوم القرآن سے کئی تعریفات منقول ہیں علامہ زرقانی نے علوم القرآن کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

مباحث متعلق بالقرآن الکریم من ناحیہ نزولہ، و ترتیبہ، و جمعه و کتابتہ و قراءتہ و تفسیرہ، و اعجازہ، و ناسخہ و منسوخہ، و دفع الشبه عنه، و نحو ذلك (الزرقانی، مناهل العرفان فی علوم القرآن، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۸ء، ۵/۱)

۲۔ احادیث کے اس ضخیم مجموعہ ”المسند“ کے مؤلف امام احمد بن حنبل ہیں جو دوسری صدی ہجری کے نامور اور بلند پایہ محدث تھے۔ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کے دیگر بہت سے نمایاں کارناموں میں سے ایک المسند کی تالیف ہے۔ یہ مسندات سو صحابہ کی مرویات پر مشتمل ہے۔ آپ نے طالب علمی کے زمانہ سے ہی احادیث کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ متن و سند کی مقبولیت کے لئے کڑی شرائط رکھیں۔ اس میں مرفوع کے علاوہ مقطوع احادیث اور آثار صحابہ بھی شامل ہیں آپ اپنی زندگی میں مسند کو مرتب نہ کر سکے البتہ اپنے بیٹے کو اس کا بیشتر حصہ سنا دیا تھا جنہوں نے موجودہ ترتیب میں اس کو جمع کر دیا اور اس میں کئی اور روایات بھی شامل کیں۔ (ابن عساکر، تاریخ دمشق، دمشق، دار الفکر، ۳۱/۲؛ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، لاہور، مکتبہ قدوسیہ، ۳۲۵/۱۰؛ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، مدینہ منورہ، المکتبۃ السلفیہ، ۴/۱۲؛ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، بیروت، موسسة الرسالة، ۱۱/۱۸۱-۳۲۹؛ سبکی، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، دار احیاء الکتب العربیہ، ۳۱/۲؛ عبدالعزیز دہلوی، بستان المحدثین، کراچی، پاکستان چوک، ص ۲۶)

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، تحقیق شعیب الارناؤط، بیروت، موسسة الرسالة، ۱۹۹۹ء، ۱۹۱/۲۸، حدیث ۱۶۹۸۴

- ۴۔ البروج ۲۴:۸۵ ۵۔ البقرة ۱۸۵:۲ ۶۔ بنی اسرائیل ۱۰۶:۱۷
- ۷۔ نسفی مدارک التنزیل و حقائق التاویل، دمشق، دار الکلم الطیب، ۲۰۱۱ء، ۲۲۶/۳
- ۸۔ ابن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، بیروت، دار الکتب العربی ۲۰۰۱ء، ۴۲۷/۲
- ۹۔ بیضاوی، انوار التنزیل و اسرار التاویل، قاہرہ، المکتبۃ التوفیقیہ، ۲۰۰۲ء، ۷۷/۲
- ۱۰۔ راغب اصفہانی، مفردات فی غریب القرآن، بیروت، دار احیاء التراث العربی ۲۰۰۲ء، ص ۵۱۰
- ۱۱۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۵۶/۱
- ۱۲۔ ابو عبید، فضائل القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ، ص ۲۲۲
- ۱۳۔ العسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، لاہور، دار النشر الکتب السلامیہ، ۱۴۰۱ھ، ۹/۲

- ۱۴ ابو شامہ، المرشد الوجیز الی علوم تتعلق بالکتاب العزیز، انقرہ، دار وقف الدیانة ص ۲۶
- ۱۵ الشعراء، ۲۶: ۱۹۴-۱۹۲ ۱۶ بنی اسرائیل، ۱۰۶: ۱۷ کے مناهل عرفان، ۳۹/۱
- ۱۸ الاتقان، ۱/ ۱۶۰؛ ساعاتی، احمد عبدالرحمن، الفتح الربانی مع مختصر شرحه بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۸/ ۲۶؛ العثمان، حمد بن ابراهیم، الجامع فی علوم القرآن، الکویت، مکتبه اهل الاثر، ۲۰۱۱ھ، ۱/ ۱۶۷
- ۱۹ المرشد الوجیز، ۱۹۸۶، ص ۱۳ ۲۰ المسند ۳/ ۳۹۳، حدیث ۱۹۱۰
- ۲۱ ایضاً، ۵/ ۲۶۸، حدیث ۳۱۹۱ ۲۲ ایضاً، ۳/ ۲۸۱، حدیث ۲۰۴۲
- ۲۳ ایضاً، ۱/ ۲۵۹، حدیث ۳۹۹ ۲۴ ایضاً، ۳۰/ ۲۳۸، حدیث ۱۸۴۸۵
- ۲۵ ایضاً، ۳۵/ ۲۸۴، حدیث ۲۱۶۰۸ ۲۶ ایضاً، ۳۵/ ۵۱۸، حدیث ۲۱۶۶۴
- ۲۷ ایضاً، ۲۱/ ۱۱۴، حدیث ۱۳۴۴۱ ۲۸ ایضاً، ۳/ ۳۹۱، حدیث ۱۹۰۹
- ۲۹ ایضاً، ۱/ ۲۳، حدیث ۷۶ ۳۰ ایضاً، ۳/ ۲۴۰، حدیث ۱۷۱۵
- ۳۱ ایضاً، ۷/ ۴۳، حدیث ۳۹۲۹ ۳۱ ایضاً، ۷/ ۴۳، حدیث ۳۹۲۹
- ۳۲ ایضاً، ۳۵/ ۵۱۰، حدیث ۱۲۶۵۲
- ۳۳ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، بیروت: دار العلم للملایین، ۱۳۶۳ھ، ص ۱۰۴
- ۳۴ الشعراء، ۲۶: ۱۹۴-۱۹۳ ۳۵ قیامة، ۵: ۱۸-۱۶-۱۷
- ۳۶ عثمانی، شبیر احمد، موضح فرقان (تفسیر عثمانی)، کراچی: مکتبه البشری، ۲۰۰۹ء، ۱/ ۷۸
- ۳۷ تفصیل کے لیے دیکھئے المسند، ۳/ ۲۸۱، حدیث ۲۰۴۲
- ۳۸ المسند، ۲۱/ ۱۱۴، حدیث ۱۳۴۴۱
- ۳۹ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱: ۵۷
- ۴۰ ابو شامہ، المرشد الوجیز، ۱/ ۳۰۶؛ زرکشی، البرهان فی علوم القرآن، ۱/ ۳۰۶۔
- ۴۱ عنکبوت، ۲۹: ۴۹ ۴۲ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۱/ ۱۵۳
- ۴۳ فتح الباری، ۱/ ۳۹۷۔
- ۴۴ ابن کثیر، البداية والنهاية، لاهور، المکتبة القدوسیة، ۱۹۸۴ء، ۵/ ۳۳۹-۲۵۵
- ۴۵ گوهر رحمان، علوم القرآن، مردان، مکتبه تفهیم القرآن، ۱/ ۲۹۲
- ۴۶ تفصیل کے لیے دیکھئے المسند، ۲۵۹: ۳۹۹۔
- ۴۷ زرکشی، برهان فی علوم القرآن، ۱/ ۲۴۲
- ۴۸ صابونی، محمد علی، التبیان فی علوم القرآن، پشاور، المکتبة الحقایق، ص ۵۵

- ۴۹ گوهر رحمان علوم القرآن، ۲۹۴/۱
- ۵۰ ابو شامہ، المرشد الو جیز، ص ۶۲؛ سیوطی، الاتقان، ۱۰۳/۱
- ۵۱ الاتقان، ۱۰۳/۱
- ۵۲ المرشد الو جیز، ص ۵۴؛ سیوطی، الاتقان، ۱۵۴/۱؛ فتح الباری، ۳۸۶/۱۰
- ۵۳ گوهر رحمان، علوم القرآن، ۲۹۷/۱
- ۵۴ ایضاً، علوم القرآن، ۳۰۱، ۳۰۰/۱ ۵۵ الاتقان، ۱۵۸-۱۵۹
- ۵۶ صابونی، محمد علی، التبیان فی علوم القرآن، ص ۵۷
- ۵۷ عسقلانی، فتح الباری، ۳۹۵/۱۰
- ۵۸ طبری، ابو جعفر بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، بیروت: دارالفکر، ۱۹۹۵ء، ۲۱/۱
- ۵۹ مناهل العرفان، ص ۱۸۸ ۶۰ المسند، ۴۵۹/۱، حدیث ۳۹۹
- ۶۱ ایضاً، ۱۹۲/۲۲، حدیث ۱۴۲۸۷ ۶۲ ایضاً، ۳۶۲/۳۱، حدیث ۱۶۱۶۶
- ۶۳ ایضاً، ۱۸۸/۲۸، حدیث ۱۶۹۲ ۶۴ ایضاً، ۴۴۱/۲۹، حدیث ۱۷۹۱۸
- ۶۵ ایضاً، ۴۲/۳۵، حدیث ۲۱۱۱۳ ۶۶ ایضاً، ۳۵۲/۳۲، حدیث ۲۵۵۴۷
- ۶۷ گوهر رحمان، علوم القرآن، ۱۸۴/۱ ۶۸ الاتقان، ۱۵۹/۱
- ۶۹ ایضاً، ۲۲۰/۱ ۷۰ ایضاً
- ۷۱ ایضاً ۷۲ زرکشی، البرهان فی علوم القرآن، ۳۰۹-۳۰۷
- ۷۳ الاتقان، ۱۶۱/۱ ۷۴ المسند، ۲۴۰/۳، حدیث ۱۷۱۵
- ۷۵ الاتقان، ۱۶۳/۱ ۷۶ المرشد الو جیز، ص ۴۷-۴۶
- ۷۷ الاتقان، ۱۶۳/۱ ۷۸ ایضاً
- ۷۹ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، ص ۱۱۱-۱۱۰
- ۸۰ الاتقان، ۲۲۱/۱ ۸۱ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، ص ۱۱۲
- ۸۲ المسند، ۳۹۱/۱، حدیث ۲۹۶ ۸۳ ایضاً، ۳۲۹/۱۳، حدیث ۱۹۸۹
- ۸۴ ایضاً، ۳۵۳/۲۹، حدیث ۱۷۸۱۹ ۸۵ ایضاً، ۳۵۰/۳۳، حدیث ۲۰۷۱۹
- ۸۶ ایضاً، ۷۰/۳۲، حدیث ۲۰۴۲۵ ۸۷ ایضاً، ۱۰۳/۳۵، حدیث ۲۱۱۷۲
- ۸۸ ایضاً، ۱۰۸/۳۵، حدیث ۲۱۱۷۵ ۸۹ ایضاً، ۴۳۱/۴۵، حدیث ۲۷۴۴۳

- ۹۰ ایضاً، ۸۵/۲۹، حدیث ۱۷۵۴۲؛ ایضاً، ۳۵۳/۲۹، حدیث ۱۷۸۱۹؛ ایضاً، ۱۴۷/۳۴، حدیث ۲۰۵۱۴؛ ایضاً، ۱۱۱/۳۵، حدیث ۲۱۱۷۹
- ۹۱ الزرکشی، البرهان، ۲۷۰/۱ ۹۲ فنون الافنان، ص ۲۰۰
- ۹۳ الاتقان ۱۷۲/۱ ۹۴ فنون الافنان، ص ۲۰۰
- ۹۵ البرهان ۲۸۵/۱ ۹۶ الجامع لاحکام القرآن، ۴۲/۱، ۳۸۵
- ۹۷ ابن العماد حنبلی، شذرات الذهب، القاہرہ، مکتبہ القدسی، ۱۳۵۰ھ، ۱۳۱/۶
- ۹۸ خازن، لباب التأویل فی معانی التنزیل، پشاور، دارالکتب العربیہ، ۹/۱
- ۹۹ الجامع لاحکام القرآن، ۵۲/۱؛ المرشد الوجیز ص ۱۴۶؛ ابن جزری، النشر فی قراءات العشر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۳۳/۱؛ مناهل العرفان، ۱۷۷/۱
- ۱۰۰ الجامع لاحکام القرآن، ۴۲/۱؛ الاتقان ۱۷۷/۱
- ۱۰۱ فضائل القرآن، ص ۲۰۴؛ البرهان ص ۲۷۸؛ النشر ۲۴/۱
- ۱۰۲ الاتقان ۴۲۳/۱ ۱۰۳ ایضاً
- ۱۰۴ الاتقان ۱۷۹/۱ ۱۰۵ مناهل العرفان ۱۲۸/۱ تا ۱۳۲
- ۱۰۶ النیشاپوری، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۲۴/۱، ۱۹۹۶ء
- ۱۰۷ تاویل مشکل القرآن، ص ۳۶ ۱۰۸ النشر ۲۷/۱
- ۱۰۹ الجامع لاحکام القرآن، ۲۵/۱ ۱۱۰ النشر ۲۶/۱
- ۱۱۱ مناهل العرفان، ۱۱۴/۱
- ۱۱۲ الجزائری، التبیان لبعض المباحث المتعلقة بالقرآن، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، ص ۸۹
- ۱۱۳ مباحث فی علوم القرآن، ص ۱۰۸
- ۱۱۴ عدنان زر زور، علوم القرآن، المکتب الاسلامی، ص ۱۱۴
- ۱۱۵ التبیان فی علوم القرآن، ص ۲۱۷ ۱۱۶ مناهل العرفان ۱۱۵/۱، ۱۱۶
- ۱۱۷ المؤمنون ۸:۲۴ ۱۱۸ سبا ۱۹:۳۴ ۱۱۹ البروج ۱۵:۸۵
- ۱۲۰ اللیل ۳:۹۲ ۱۲۱ ق ۱۹:۵۰ ۱۲۲ البقرۃ ۲:۲۵۹
- ۱۲۳ النازعات ۱۵:۷۹ ۱۲۴ ماخوذ مناهل العرفان ۱۱۶/۱، ۱۱۷